عصر حاضر کے اخلاقی مسائل اور ان کا حل تعلیمات تصوف کے تناظر میں

"Contemporary ethical Problems and their Solutions in the Context of Sufism Teachings"

DOI: 10.5281/zenodo.8031464

**Dr Humeira Khalil*
***Dr.Hafsah Ayaz Qureshi*
****Dr. Peeral Khan*

Islam is a religion that has provided all the principles and rules of living to its followers. Islam gave utmost importance to ethics because this is the soul of the religion that is why the Sufis repeatedly taught it. Ethical values are an important element of society and they are like the backbone of society, whether it belongs to any society, nation or religion. Coexistence in the society depends on the observance of moral values. Those nations reached the pinnacle of development, which practiced moral values, and those nations stood on the verge of destruction and destruction, which abandoned moral values. The requirement is to bring the human beings away from all these vices and bring them to the virtues so that the man can regain his lost position. Allah Almighty sent prophets for the reformation of man. These prophets worked for the moral and spiritual training of their respective nations in their respective eras. The way of living in the society, keeping in mind the principles of ethics, what is the way of living of a human being in the society, it is taught by innumerable Sufis in their own ways. If the man of the modern age keeps in mind the teachings of all these Sufis and follows their teachings, he can find the solution to the contemporary moral problems and attain the status of Ashraf-ul-Khalq in the true sense.

Keywords: *Contemporary Ethics, Problem. Solution. Tasswuf, Teaching*

اسلام ایک ایسا دین ہے جس نے زندگی گزارنے کے تمام اصول و قواعد اپنے پیروکاروں کو فراہم کر دیے۔ اسلام نے اخلاقیات کو حد درجہ اہمیت دی کیونکہ یہی دین کی روح ہے اسی لیے صوفیاء کرام نے جابجا اس کی کی تعلیم دی۔ اخلاقی اقدار معاشرے کا ایک اہم عنصر ہیں اور یہ معاشرے میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہیں۔ خواہ وہ معاشرہ یا قوم کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتی ہو۔ معاشرے میں بقاء باہمی کا دارومدار اخلاقی اقدار کی پاسداری پر ہوتا ہے۔

....

**Assistant professor, The university of Faisalabad.*
***Lecturer, department of islamic studies Fatima Jinnah Women University*
****Lecturer Islamic Studies , IBA University Sukkar*

وہ اقوام ترقی کے بام عروج تک پہنچیں جنہوں نے اخلاقی اقدار کو رواج دیا اور وہ اقوام تباہی و بربادی کے دہانے پر جا کھڑی ہوئیں جنہوں نے اخلاقی اقدار کو پس پشت ڈال دیا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ انسان کو ان تمام رذائل سے نکال کر فضائل کی طرف لایا جائے تا کہ انسان کو اس کا کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل ہو سکے۔ انسان کی اصلاح کے لئے اللہ رب العزت نے انبیاء کرام مبعوث فرمائے۔ ان انبیاء کرام نے اپنے اپنے دور میں اپنی اپنی قوموں کی اخلاقی و روحانی تربیت کی خاطر مساعی کیں۔ سماج میں زندگی گزارنے کا طریقہ، اخلاقیات کے اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے معاشرے میں انسان کے رہن سہن کا طریقہ کیا ہو، اس کی تعلیم بے شمار، صوفیاء کرام اپنے اپنے انداز میں دیتے نظر آئے ہیں. عصر جدید کا انسان اگر ان تمام صوفیاء کرام کی تعلیمات کو مد نظر رکھتے ہوئے ان کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو جائے تو عصری اخلاقی مسائل کا حل تلاش کر کے صحیح معنوں میں اشرف الخلق کے مرتبہ کو پاسکتا ہے۔

اسلام ایک ایسا دین ہے جس نے زندگی گزارنے کے تمام اصول و قواعد اپنے پیروکاروں کو فراہم کر دیے۔ اسلام نے اخلاقیات کو حد درجہ اہمیت دی کیونکہ یہی دین کی روح ہے اسی لیے صوفیاء کرام نے جابجا اس کی کی تعلیم دی۔ اخلاقی اقدار معاشرے کا ایک اہم عنصر ہیں اور یہ معاشرے میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہیں۔ خواہ وہ معاشرہ یا قوم کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتی ہو۔ معاشرے میں بقاء باہمی کا دارومدار اخلاقی اقدار کی پاسداری پر ہوتا ہے۔ تاریخ کے اوراق پر نظر دوڑانے سے اس امر کی صریح وضاحت ہوتی ہے کہ وہ اقوام ترقی کے بام عروج تک پہنچیں جنہوں نے اخلاقی اقدار کو رواج دیا اور وہ اقوام تباہی و بربادی کے دہانے پر جا کھڑی ہوئیں جنہوں نے اخلاقی اقدار کو پس پشت ڈال دیا۔ عصر حاضر میں بد اخلاقی کا دور دورہ ہے اقوام عالم اخلاقی لبادہ کو اتار کر تار تار کر چکی ہیں جس کے سبب معاشرے کی بنیاد کھوکھلی ہوتی چلی جا رہی ہے۔ عصر حاضر میں معاشرہ میں جھوٹ، فساد، بے راہ روی، بد دیانتی، حسد، بغض، کینہ، فحش گوئی جیسے تمام رذائل موجود ہیں جس کی بنا پر انسان ترقی کی راہ پر گامزن ہونے میں ناکام رہا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ انسان کو ان تمام رذائل سے نکال کر فضائل کی طرف لایا جائے تا کہ انسان کو اس کا کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل ہو سکے۔ انسان کی اصلاح کے لئے اللہ رب العزت نے انبیاء کرام مبعوث فرمائے۔ ان انبیاء کرام نے اپنے اپنے دور میں اپنی اپنی قوموں کی اخلاقی و روحانی تربیت کی خاطر مساعی کیں۔ انبیاء کرام کا یہ سلسلہ شفیع معظم، سرکار دوعالم، نور مجسم رحمت اللعلمین ﷺ پر اختتام پذیر ہوا۔ آپ ﷺ کے بعد مخلوق خدا کی روحانی و اخلاقی تربیت کا فریضہ اہل حق کو سونپا گیا۔ جنہوں نے اس حق تعالیٰ کے فریضہ کو بخوبی احسن طریقہ سے سرانجام دیا اور اسے امت کے سینوں تک پہنچایا۔ معاشرے کی تعمیر و ترقی کے لیے صوفیاء کرام نے گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔

سماج میں زندگی گزارنے کا طریقہ، اخلاقیات کے اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے معاشرے میں انسان کے رہن سہن کا طریقہ کیا ہو، اس کی تعلیم بے شمار، صوفیاء کرام اپنے اپنے انداز میں دیتے نظر آئے ہیں۔ اگر ان ہستیوں کی حیات مبارکہ کا مطالعہ کریں تو یہ حقیقت منظر عام پر آتی ہے کہ صوفیاء کرام نے اپنی ذات کو فضائل اخلاق سے مزین کر کے اپنے پیروکاروں کو بھی اس کی تعلیم دی کہ اپنی زندگی کو رذائل اخلاق سے پاک کر کے اخلاق حسنہ سے مزین کریں۔ صوفیاء کرام نے اخلاق کی بہتری پر بے شمار تعلیمات دیں۔ صوفیاء کرام کی تعلیمات میں جابجا اخلاقیات کا درس دیکھنے کو ملتا ہے۔ عصر جدید کا انسان اگر ان تمام صوفیاء کرام کی تعلیمات کو مد نظر رکھتے ہوئے ان کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو جائے تو عصری اخلاقی مسائل کا حل تلاش کر کے صحیح معنوں میں اشرف الخلق کے مرتبہ کو پا سکتا ہے۔

تصوف کی تحقیق

تصوف کے مادہ اشتقاق اور لفظ صوفی کی وجہ تسمیہ کے بارے میں علمائے کبار کے مختلف اقوال ہیں۔ اہل علم نے تصوف کے مختلف مادہ ہائے استشقاق بیان کئے ہیں۔

بعض علماء کے زدیک تصوف کا مادہ اشتقاق الصفاء ہے۔ جس کے معنی صفائی اور پاکیزگی کے ہیں اور اس مادہ اشتقاق کی رو سے کسی شے کو ہر طرح کی ظاہری و باطنی آلودگی سے پاک وصاف کر کے اجلا اور شفاف بنا دینا تصوف ہے۔ (۱)

شیخ ابو الفتحؒ اس بارے میں فرماتے ہیں:

ان التصوف کلمۃ اشتقت من الصفاء (۲)

تصوف وہ کلمہ ہے جو صفا سے مشتق ہے۔

تصوف کا تیسرا مادہ اصوف بیان کیا جاتا ہے۔ جس کے معنی اون کے ہیں۔ بعض مرادان حق نے قرون اولیٰ میں اظہار تذلل، مجاہدہ اور غایت عجز و نیاز کی خاطر کھردرا اور اونی لباس پہنا چنانچہ اس اونی لباس کی مناسبت سے ان کو صوفی کا لقب ملا۔ (۳)

امام ابو القاسم قشیریؒ فرماتے ہیں:

تصوف اذا لبس الصو ف کما یقال تقمص اذا لبس القمیص (۴)

تصوف اس وقت کیا جائے گا جب کسی نے صوف کا لباس پہنا ہو جیسے کسی قمیض پہننے پر تقمص کہا جاتا ہے۔

حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ تصوف کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

و لم یسمو ا اھل التصوف الالتصفیہ باطنھم بنو ر المعرفۃ والتوحید (۵)

صوفیاء کرام کا اہل تصوف کے نام سے موصوف ہونا اس وجہ سے ہے کہ وہ نور معرفت اور توحید کے ذریعے اپنے باطن

کو جملہ آلائشوں سے پاک صاف کرتے ہیں۔

اس کا معنی یہ ہوا کہ تصوف لفظ کے اعتبار سے مختلف ہے لیکن حقیقت کے اعتبار سے ایک ہی چیز ہے یعنی تصفیہ باطن۔

عصر حاضر کے اخلاقی مسائل

بنی آدم کی فطرت جماعتی زندگی کی محتاج ہے اور اجتماعیت کی عدم موجودگی میں اس کی زندگی ناممکن ہے۔ خاندان کی ایک اجتماعیت کے باہر جو ایک وسیع اجتماعیت ہے یہی معاشرہ ہے اور اس کی ابتداء پیدائش آدمؑ سے ہی ہو چکی تھی۔ انسان اپنی پیدائش سے لے کر موت تک معاشرے کا محتاج ہے۔ اللہ رب العزت نے تمام مخلوقات کو ایک ضابطے کے تحت پیدا کیا ہے۔ اگر انسان ان ضابطوں کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنی زندگی بسر کریں تو ان کی زندگی پر سکون ہو گی۔ مگر یوں محسوس ہوتا ہے کہ آج کا انسان ان تمام ضابطوں کو فراموش کر کے اخلاقی بے راہ روی کا شکار ہو چکا ہے جس کے باعث معاشرے میں ہر طرف افراتفری، لوٹ مار، بد دیانتی، جھوٹ جیسے مسائل کا بسیرا ہے اور ان جیسے کروڑوں مسائل نے ہمارے معاشرے کو بدحالی میں مبتلاء کر رکھا ہے۔ جس کے سبب معاشرے میں امن و سکون کی بجائے بد امنی اور بد حالی پھیلتی جا رہی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ صوفیاء کرام کی اخلاقی تعلیمات پر زور دے کر معاشرے کو ان تمام مسائل سے نکالا جائے۔

امام غزالیؒ اخلاق کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فالخلق عبارة من هيئة فی نفس را سخه عنها تصدر الاعمال بسهولة ويسر من غير حاجة الى فكره روية(٦)

خلق نفس کی اس راسخ کیفیت کا نام ہے جس کے باعث اعمال بڑی سہولت و آسانی سے صادر ہوتے ہیں۔ ان کے کرنے میں سوچ بچار کے تکلف کی ضرورت پیدا نہیں ہوتی۔

اخلاقی مسائل سے مراد وہ مسائل ہیں جن کا تعلق براہ راست سیرت و کردار سے ہوتا ہے۔ ان سے بطور خاص وہ انسانی رویے اور اقدارات ہیں جن کا تعلق انفرادی سے زیادہ اجتماعی زندگی سے مقرر ہوتا ہے اور جن سے معاشرہ اصلاح اور ترقی پذیر ہوتا ہے

اسراف و تبذیر کا خاتمہ

اللہ خالق کائنات نے زندگی گزارنے کے جو وسائل عطا فرمائے ہیں ان کے ساتھ ہی ساتھ اللہ رب العزت نے یہ بھی ہدایت دی ہے کہ ان کے استعمال میں افراط و تفریط سے بچا جائے۔ اسی افراط کو فضول خرچی یا اسراف کیا جاتا ہے اور تفریط کو بخل کا نام دیا جاتا ہے۔ یہ دونوں ہی مذموم عادات ہیں جن سے اللہ رب العزت نے بارہا پرہیز کرنے کو منع فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا﴾ (٧)

اور وہ کہ جب خرچ کرتے ہیں نہ حد سے بڑھیں اور نہ تنگی کریں اور ان دونوں کے بیچ اعتدال پر رہیں۔

اسی طرح حدیث نبوی ﷺ میں بھی اسراف و تبذیر سے باز رہنے کی تلقین کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:((كلوا، واشربوا، والبسوا، وتصدقوا في غير إسراف ولا مخيلة))(٨)

کھاؤ اور پیو اور پہنو اور خیرات کرو لیکن اسراف نہ کرو اور نہ تکبر کرو۔

اسراف و تبذیر ایسی بیماریاں ہیں جن سے بہت سی دیگر اخلاقی بیماریاں جنم لیتی ہیں۔ فضول خرچی کے باعث انسان کی آمدنی ختم ہونے لگتی ہے اور مفلسی اس کا مقدر ٹھرتی ہے۔ اسی طرح چونکہ زکوٰۃ و صدقات کی بدولت غربت کا خاتمہ ہوتا ہے مگر تبذیر کو اپنانے والا شخص جب اپنی دولت کو اپنے تک رکھتا ہے غریبوں کو دینے میں کنجوسی سے کام لیتا ہے تو ایسا شخص جو مفلس ہو جوہ بہت اسی اخلاقی بیماریوں میں گرفتار ہو جاتا ہے اور اس کو جب کوئی راہ نظر نہیں آتی تو وہ لوٹ مار، چوری، ڈکیتی کی راہ پر گامزن ہوتا ہے، جھوٹ اپنی زبان پر لا کر لوگوں کو دھوکا دیتا ہے، کوئی امانت رکھواتا ہے تو اس میں خیانت کا مرتکب ہوتا ہے، دوسرے اشخاص کی دولت کو دیکھ کر حسد کرتا ہے۔

موجودہ دور میں شادی بیاہ میں بے شمار رسومات کے نام پر بے جا بیش بہا پیسہ لٹایا جاتا ہے۔ یہ صرف اخروی تباہی کا سبب ہی نہیں بنتا بلکہ اس سے انسان کی دنیاوہ زندگی میں مشکلات میں دھنس کر رہ جاتی ہے۔ ان رسومات کی وجہ سے انسان کی خرافات میں مبتلا ہو گیا ہے اور اسی سبب مقروض ہونے، سودی قرضے لینے اور رشوت و دھوکہ دہی میں مبتلا ہو گیا ہے اور ان تمام بیماریوں کی جڑ اسراف ہے۔

غیبت

کسی فرد میں پائی جانے والے کسی برائی کا اس کی عدم موجودگی میں ذکر کرنا غیبت کہلاتا ہے۔ غیبت ایک ایسا گناہ ہے جس کے مرتب کو اللہ تعالیٰ اس وقت تک معاف نہیں فرماتا جب تک وہ شخص نہ معاف کر دے جس کی غیبت کی ہو۔ غیبت ایک ایسا مرض ہے جس میں لوگوں کی کثیر تعداد شعوری و غیر شعوری طور پر ملوث نظر آتی ہے۔ اس کے عظیم خطرات کے سبب اسے کبیرہ گناہوں میں شمار کی گیا ہے۔ قرآن مجید میں اس سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے۔ اللہ رب العزت کا ارشاد مبارک ہے:

﴿وَ لَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًاايُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ﴾(۹)

اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو کیا تم میں کوئی پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے تو یہ تمہیں ناپسند ہوگا اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا، مہربان ہے۔

غیبت کی قباحت کا اس بات سے بھی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اللہ رب العزت نے غیبت کرنے والے کو اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے والے کی مثل قرار دیا ہے۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ نے بھی غیبت کرنے والوں کے انجام کے متعلق خبر دیتے ہوئے فرمایا:

((لما عرج بي مررت بقوم لهم اظفار من نحاس يخمشون وجوههم وصدورهم فقلت: من هؤلاء يا جبريل؟ قال: هؤلاء الذين ياكلون لحوم الناس ويقعون في اعراضهم))(۱۰)

جب مجھے معراج کرائی گئی تو میرا گزر ایسے لوگوں پر سے ہوا جن کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ ان سے اپنے منہ اور سینے نوچ رہے تھے، میں نے پوچھا: جبرائیلؑ یہ کون ہیں؟ کہا: یہ وہ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے (غیبت کرتے) اور ان کی بے عزتی کرتے تھے۔

مندرجہ بالا قرآنی آیت اور احادیث مبارک سے اس امر کی صریح وضاحت ہوتی ہے کہ غیبت کس قدر نقصان دہ ہے کہ ایک طرف اسے مردہ بھائی کا گوشت کھانے کی مثل قرار دیا جارہا ہے اور دوسری طرف نبی کریم ﷺ کے ارشاد کے مطابق ایسے لوگوں کے شدید عذاب میں مبتلا ہونے کی خبر سنائی جارہی ہے جو اس مرض میں مبتلا رہے۔

عدم احترام

اس وقت امت مسلمہ اخلاقی انحطاط و پستی میں مبتلا ہے۔ مسلمان مغرب کی زد میں آکر اپنے نقوش فراموش کر بیٹھے ہیں۔ جسکے نتائج عملی طور پر معاشرے میں بخوبی نظر آرہے ہیں۔ مسلمان جو کل تک اپنے اخلاقی وادبی اقدار سے پہچانی اور جانی جاتی تھی وہ آج اس دہانے پر کھڑی ہے کہ جہاں بزگوں اور بڑوں کا ادب تو درکنار ان پر ذرا بھی سوچے بغیر لب کشائی کی جانے لگی ہے۔ حالانکہ اسلام نے ہر لحظہ و ہر لمحہ بڑوں کی عزت و ادب کرنے کی تلقین کی ہے۔ اور وہ لوگ جو بڑوں کا اپنے ماں باپ کا ادب نہیں کرتے ان کے متعلق کیا گیا کہ وہ ہم میں سے نہیں ہیں۔ معاشرے میں بڑھتی بے ادبی کے سدباب کے لیے ضروری ہے کہ آج کے معاشرے کو صوفیاء کرام کی تعلیمات سے آشنا کروایا جائے۔

ہر انسان کسی نہ کسی طرح اپنے خالق ومالک کے قرب اور رضا کا متلاشی ہے۔ یہ انسان کی ایک بنیادی وفطری ضرورت

ہے۔اور بالخصوص ایک مسلمان اپنے پروردگار سے تعلق اور رشتہ کے بغیر عبادات کی روح وچاشنی کو محسوس ہی نہیں کر سکتا۔لہٰذا ہر مسلمان کی یہ کوشش ہے کہ وہ رب العالمین کے ساتھ اپنا تعلق قائم رکھے۔اس غرض سے وہ مختلف راہیں اختیار کرتا ہے جس میں وہ اپنے دنیاوی معاملات کے ساتھ ساتھ اپنی روحانی پیاس کو بجھانے کی بھی کوشش کر رہا ہوتا ہے۔اس طرح ہر مسلمان ایک طرح سے سالِک ہے۔لیکن اس لفظ کا اطلاق بالخصوص ان لوگوں پر ہوتا ہے جو کسی مقبولِ خدا کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اس کے قرب کے ذریعہ اللہ کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔لہٰذا انہیں بالخصوص اور ایک عام مسلمان کو بالعموم اپنا مقصود اس وقت تک نہیں مل سکتا جب تک کہ وہ اللہ رب العزت کے قرب کی راہوں کا ادب نہیں کرتا اور ان راہوں میں ملنے والے اشخاص کا ادب نہیں کرتا۔قرآن کریم میں اللہ رب العزت کا ارشاد مبارک ہے:

﴿وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا﴾ (۱۱)

اور تمہارے پروردگار نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرتے رہو۔اگر ان میں سے ایک یا دونوں تمہارے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو اُن کو اُف تک نہ کہنا اور نہ انہیں جھڑکنا اور اُن سے بات ادب کے ساتھ کرنا۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

((لان يؤدب الرجل ولده خير من ان يتصدق بصاع))(۱۲)

اپنے لڑکے کو ادب سکھانا ایک صاع صدقہ دینے سے بہتر ہے۔

قرآن و سنت، آثار صحابہ اکرام، تابعین و اہل بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین میں ادب کا حکم ملتا ہے جس سے اس کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ان ارشادات سے، معلوم ہوتا ہے کہ ادب کی اہمیت کس قدر ہے مگر ہمارے معاشرے میں ادب کا فقدان حد درجہ تک پایا جاتا ہے۔جس کے لیے ضروری ہے کہ ادب کو اپنی زندگیوں میں شامل کیا جائے۔

عدم برداشت

معاشرے میں عدم برداشت کی وبا بہت حد تک پھیل چکی ہے کہ بحث ومباحثوں میں بھی شائستگی مفقود ہو چکی ہے۔

اس روش کی وجہ سے باہمی گفت وشنید کا معیار، باہمی عزت وو قار کا پاس بھی مفقود ہو چکا ہے۔ آج زندگی کے تقریبا تمام شعبوں میں عدم برداشت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اگرچہ قوت برداشت اور صبر کو ہمیشہ احسن نظر سے دیکھا گیا ہے اور انسان کے مہذب ہونے کا معیار یہ بھی ہے کہ وہ کس قدر تحمل مزاج اور قوتبرداشت کا حامل ہے مگر آج کا انسان تمام چیزیں فراموش کیے بیٹھا ہے۔ جس کی وجہ سے آج معاشرے میں امن وسکون اور بھائی چارے کا بھی فقدان نظر آتا ہے۔

غیر محتاط گفتگو

غیر محتاط گفتگو ایک ایسی عادت ہے جو لوگوں کے دلوں میں نفرت ڈالنے کا باعث بنتی ہے۔ بد کلام شخص سے ہر ایک دور بھاگتا ہے اور یہ شخص لوگوں کی نظروں سے گر جاتا ہے۔ غیر محتاط گفتگو سے انسان کا وقار ختم ہو جاتا ہے۔ انسان کی عزت وو قار کو بر قرار رکھنے کے لیے دین اسلام میں متعدد مواقع پر بد کلامی سے بچنے کی تلقین کی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:((سباب المسلم فسوق وقتاله كفر))(۱۳)

مسلمان کو گالی دینا گناہ ہے اور اس کو قتل کرنا کفر ہے۔

غیر محتاط گفتگو معاشرے میں فتنہ وفساد کا باعث بنتی ہے۔ کوئی بھی شخصجب اپنی زبان کو بے قابو چھوڑ دیتا ہے اور نا زیبا کلمات ادا کرتا ہے تو ہر لمحہ اس کے مفاسد وجود میں آتے ہیں جس کے سبب معاشرے کا امن وسکون برباد ہونے لگتا ہے اور معاشرہ اپنی اخلاقی اقدار کھو بیٹھتا ہے۔

حسد

حسد ایک ایسی اخلاقی بیماری ہے جس کے سبب ایمان کی بنیادیں کمزور ہونے لگتی ہیں کیونکہ یہ انسان کو برائی ونافرمانی پر ابھارنے والی بیماری ہے۔ بہت سے دیگر اخلاقی بیماریاں بھی جیسے لڑائی، جھگڑا، چغلی، غیبت، حق تلفی، قتل وغیرہ بھی حسد کے ذریعے جنم لیتی ہیں کیونکہ حاسد شخص کبھی تو محسود کی غیبت کرتا ہے کبھی اس کی چغلی کرتا ہے، کبھی بد گوئی کرتا ہے تو کبھی اس پر تہمت لگاتا ہے۔ حسد انسان کو دوسرے کے قتل پر بھی ابھارتا ہے اسی لیے قرآن کریم میں حاسد شر سے بچنے کی دعا سکھلائی گئی۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ﴾ (۱۴)اور حسد کرنے والے کی برائی سے جب حسد کرنے لگے۔

حسد ایک ایسی بیماری ہے جس کے سبب حاسد کو کبھی سکون حاصل نہیں ہوتا کیونکہ وہ دوسروں کی خوشی اور آرام و سکون کو دیکھ کر غم میں مبتلاء ہو جاتا ہے اور دوسرے کی وہ نعمت چھن جانے کی آرزو میں مبتلا ہو جاتا ہے دن رات اسی

آگ میں جلتا رہتا ہے کہ کسی دوسرے شخص کو فلاں نعمت کیونکر میسر آئی۔ جہاں حاسد کے شر سے پناہ میں آنے کے لیے دعا سکھلائی گئی وہیں مسلمانوں کو حسد کے نقصان کو ذکر کرتے ہوئے مسلمانوں کو اس سے بار بار بچنے کی تلقین بھی کی گئی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((إياكم والحسد فإن الحسد ياكل الحسنات كما تاكل النار الحطب، او قال: العشب))(١٥)

تم لوگ حسد سے بچو، اس لیے کہ حسد نیکیوں کو ایسے کھالیتا ہے، جیسے آگ ایندھن کو کھالیتی ہے یا کہا گھاس کو کھالیتی ہے۔

حسد ایک ایسی اخلاقی بیماری ہے جس کے دینی نقصانات کے ساتھ ساتھ بہت سے دنیاوی نقصانات بھی ہیں۔ اسی سبب معاشرے کو حسد جیسی تمام اخلاقی بیماریوں سے پاک ہونا چاہئے تاکہ معاشرہ میں اخلاقی اقدار کا رواج دوبارہ عام ہو سکے۔

بے حیائی:

بے حیائی، فحاشی و عریانی آج کے معاشرے کا مقدر بن چکے ہیں۔ آج کے معاشرے نے حیا کی چادر کو تار تار کر کے پھینک دیا ہے اور بے حیائی کے نشے میں دھت اس پر ذرا بھی احساس ندامت محسوس کئے ہوئے اس کی نشر و اشاعت میں بھی مصروف ہیں۔ بے حیائی ایک ایسی ناسور بیماری ہے کہ جس کی وجہ سے آج کی عورت کی عزت تک محفوظ نہ رہی۔ بے حیائی کے سبب ہی آج عصمت دری عام ہے۔ آج کی عورت اپنے آپ کو نیم برہنہ کرنا باعث فخر سمجھتی ہے اور اسے معاشرے کا رواج سمجھتی ہے۔

مسائل کا حل

اس حقیقت سے انکار نہیں کہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اہل تصوف اپنے آپ کو رذائل اخلاق سے پاک کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے ہر دور میں نظر آئے ہیں۔ صوفیاء کرام نے ہر دور میں لوگوں کی اصلاح اور اخلاق و کرادر کی بہتری کے لیے مساعی کیں۔ اس لیے آج بھی جب معاشرہ اس قدر رذائل اخلاق میں گھرا ہوا ہے تو چاہیئے کہ صوفیاء کرام کی حیات مبارکہ کا مطالعہ کیا جائے اور ان کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوا جائے۔ ذیل میں چند ایسے مسائل کے حل کی طرف روشنی ڈالی گئی ہے جو آج ہمارے معاشرے کو تباہ و برباد کیے ہوئے ہے لہذا ان کے حل میں صوفیانہ طریق کیا کردار ادا کرتا ہے۔

قناعت

اسراف و تبذیر سے پیدا ہونے والی اخلاقی بیماریوں کے سبب صوفیاء کرام نے اپنی زندگی کو ان رذائل اخلاق سے پاک رکھا اور اپنے پیروکاروں کو اس کی تعلیم دی اور اس سے بچنے کے لیے قناعت و سخاوت کو اپنی زندگی میں شامل کرنے کی

تعلیمات دیں تا کہ سخاوت کی بدولت مفلس اشخاص کی مدد ہو سکے اور وہ اپنے پیٹ کو بھرنے کی خاطر اخلاقی بیماریوں کا شکار نہ ہو جائیں۔اور ساتھ ہی ساتھ اسراف کی بجائے قناعت کی تعلیم دی کہ جتنا حاصل ہو اس پر رب تعالیٰ کا شکر ادا کیا جائے اس طرح انسان حسد جیسی اخلاقی بیماری سے بھی دور رہے گا۔

دنیا اور اس کی رنگینیوں نے یوں تو ہر دور میں ہی انسان کو اپنا گرویدہ بنائے رکھا ہے مگر آج کے دور میں دنیا کا حسن جس قدر دل کش اور پر کشش ہو چکا ہے اس سے نظر ہٹانا کوئی آسان کام نہیں رہا۔ آج مسلمانوں کی یہ بنیادی ذمہ داری ہے کہ وہ لوگوں کو دنیا پرستی و عیش پرستی کے فتنے سے آگاہ کریں اور اس سے نکالیں مگر افسوس کہ مسلمان خود بھی اسی دل ربا کی زلفوں کے اسیر اور اسی کے حسن کے پجاری ہو کر رہ گئے ہیں۔

اگر اہل تصوف کی زندگی پر روشنی ڈالیں تو اس حقیقت سے انکار نہ ہو گا کہ صوفیاء کرام نے پوری قوت کے ساتھ دنیا پرستی کے فتنے سے بچنے کی تلقین خود اپنے عمل سے کی اور فکر آخرت کی منادی کی۔ صوفیاء کرام نے عیش پرستی کے خاتمے کے لئے فقر و قناعت کو اپنی حیات میں شامل کیا اور اسی کا درس دیا۔

اہل تصوف نے قناعت کو اپنی زندگی کا شعار بنایا اس کے متعلق اپنی تعلیمات پیش کیں۔

امام قشیریؒ فرماتے ہیں:

القناعةُ الاكتفاءُ بالمَوْجُوْدِ، وزوالُ الطمعِ فيما ليس بحاصل(۱۶)

قناعت یہ ہے کہ تجھے جو چیز مل گئی ہے اس پر اکتفاء کرے اور جو چیز حاصل نہیں ہوئی اس کا لالچ نہ کرے۔

روایت ہے کہ حضرت سیدنا عمر بن عبد العزیزؒ کی ایک سیڑھی تھی جس پر آپؒ چڑھا کرتے تو اس سے آوازیں آتی تھیں اور کمزور ہونے کے سبب وہ ہلنے لگتی۔ آپؒ کے دوستوں میں سے کسی نے اس کو گارے سے مضبوط کر دیا۔ جب آپؒ اس پر چڑھے تو دیکھا کہ اب آواز نہیں آرہی۔ دریافت کرنے پر عرض کی گئی فلاں نے اسے ٹھیک کر دیا تو آپؒ نے ارشاد فرمایا اس کو واپس اپنی حالت پر کر دو۔ کیونکہ جب سے مجھے خلافت کی ذمہ داری سونپی گئی ہے میں نے اللہ عزوجل سے عہد کر رکھا ہے کہ نہ کوئی دیوار بناؤں گا نہ کوئی عمارت۔(۱۷)

جہاں صوفیاء کرام نے اپنی حیات مبارکہ کو اسراف سے پاک رکھا اور اس کی بجائے قناعت کی تعلیم دی وہیں ان حضرات نے تبذیر سے بھی اپنے دامن بچائے رکھے اور اپنے مال راہ خدا میں خرچ کرتے رہے اور لوگوں کو بھی اس کی تعلیم دیتے رہے۔

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر فرماتے ہیں کہ جب میں بغداد پہنچا تو میں نے حضرت شیخ الشیوخ کی زیارت کی اور آپ

سے کئی روز تک فیضان حاصل کرتا رہا۔ اس عرصہ میں کوئی دن ایسا نہ تھا کہ آپؒ کی خانقاہ میں بارہ ہزار دینار سے کم فتوح آئی ہو، آپؒ اسی روز سب کچھ راہ خدا میں صرف کر دیتے اور ایک جبہ بھی اپنے پاس نہ رکھتے۔(۱۸)

محمد فیض احمد سہروردیؒ کی سخاوت اس قدر تھی کہ ایک جہان آپ کے فیوض و برکات سے مستفید ہوا۔ آپؒ سراپا فیض اور اسم بامسمی تھے جو بھی آپؒ کی خدمت میں جو مقصد بھی لے کر حاضر ہوا اس قلزم فیض سے بہرہ ور ہوا۔ آپ کا شہرہ سخاوعطا ہر طرف پھیلا ہوا تھا۔ ایک مرتبہ ایک جلسہ میں مریدین اور عقیدت منداحباب نقدی صورت میں نذرانہ پیش کررہے تھے جلسہ کے اختتام پر کافی رقم جمع ہوگئی۔ آپ نے ساری رومال میں اکٹھی کرلی جلسہ کے اختتام پر ایک مرید سے کہا اپنی جھولی پھیلاؤ۔ مرید نے جب جھولی پھیلائی تو آپ نے رومال کی ساری رقم اس کی جھولی میں ڈال دی۔(۱۹)

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے وصال سے قبل ایک شخص ہمارے پاس مال لے کر حاضر ہوا اور کہا کہ اسے جہاں مناسب سمجھیں یہ مال فقراء و مساکین میں خرچ کر دیں مگر اسے اپنا مال واپس لے کر جانا پڑا کیونکہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے اپنے مال سے لوگوں کو غنی کر دیا تھا۔(۲۰)

ہم اس معاشرے میں رہتے ہوئے رشتہ انسانیت میں ایک دوسرے سے منسلک ہیں اس لئے ہر انسان کو چاہئے کہ اس معاشرے میں رہتے ہوئے دوسروں کی ضروریات پوری کرے اس اکی ایک بہترین شکل سخاوت بھی ہے جس کی راہنمائی ہمیں نبی کریم ﷺ ،اور صوفیاء کرام کی زندگی سے بھی واضح ملتی ہے۔

فی زمانہ ہر شخص اسراف و تبذیر میں مبتلا نظر آتا ہے جس کے سبب بہت سی اخلاقی بیماریاں جنم لے رہی ہیں آج کل تمام طبقے کے لوگ، امیر غریب، شہری، دیہاتی اس برائی کو اپنائے ہوئے ہے اور اسی وجہ سے معاشرے میں اخلاقی بیماریوں کا بسیرا ہے اگر آج کا معاشرہ قرآن و سنت کے ساتھ ساتھ صوفیاء کرام کی اخلاقی تعلیمات پر عمل پیرا ہو جائے تو ان مذموم عادات کے سبب پیدا ہونے والی اخلاقی بیماریوں سے چھٹکارا حاصل کیا جا سکتا ہے۔

اجتناب غیبت

صوفیاء کرام کی مجالس میں غیبت اور غیبت گو کا کوئی گزر نہیں ہوتا۔ صوفیاء کرام کی مبارک مجالس بھی اس سے خالی ہوا کرتی ہیں۔ اگر کوئی شخص گفتگو کے دوران غیبت کی طرف مائل بھی ہو جائے تو فوراً بات کا رخ بدل دیا جاتا ہے یا غیر موجود فرد کی طرف سے کوئی عذر بیان فرما کر اس کی بظاہر خامی کو خوبی میں بیان فرما دیا جاتا ہے۔

امام قشیریؒ اپنی کتاب میں غیبت سے متعلق لکھتے ہیں کہ:

مثل الذی یغتاب الناس کمثل من نصب منجنیقا یرمی بہ حسناتہ شرقا و غربا یغتاب واحد خراشانیا وآخر حجازیا و آخر ترکیا فیفرق حسناتہ فیقوم ولا شی معہ(۲۱)

جو دوسروں کی غیبت کرتا رہتا ہے اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے منجنیق نسب کرر کھی ہو جس کے ذریعے مشرق و مغرب میں اپنی نیکیوں کو (توپ کے گولوں کی طرح) پھینک رہا ہوتا ہے، کبھی کسی خراسان کے باشندے کی غیبت کرتا ہے کبھی شامی کی، کبھی حجازی کی، کبھی ترکی کی، اس طرح وہ اپنی نیکیاں بانٹ رہا ہوتا ہے، جب وہ اس منجنیق کے پاس سے اٹھتا ہے تو وہ خالی ہوتا ہے۔

حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کو ایک دعوت میں بلایا گیا تو آپؒ تشریف لے گئے۔ لوگوں نے وہاں ایک شخص کا ذکر کیا جو وہاں موجود نہ تھا۔ لوگو نے کہا وہ بھاری ہے۔ حضرت ابراہیم بن ادھم نے فرمایا مجھ سے جو کچھ کیا ہے میرے نفس نے کیا ہے کیونکہ میں ایسی جگہ آیا ہوں جہاں لوگوں کی غیبت کی جا رہی ہے۔ پس آپؒ چلے گئے اور تین دن تک کھانا نہیں کھایا۔ (۲۲)

حضرت خواجہ صادق المصدوقؒ کے ذاتی معالج کو ایک دعوت میں مدعو کیا گیا جہاں ایک مشہور پیر طریقت کو بھی مدعو کیا گیا تھا۔ آپ ؒ نے اپنے ذاتی معالج کو دعوت میں جانے کی تاکید کی۔ بعد ازاں جب حضرت صادقؒ کے ہاں ان پیر صاحب کا ذکر ہوا تو آپؒ کے ذاتی معالج کی رائے ان پیر طریقت کے متعلق اچھی نہ تھی اس چیز کا اظہار وہ کرنے ہی والے تھے کہ حضرت صادقؒ نے فرمایا:

وہ جیسے بھی ہیں نیک لوگوں کی اولاد سے ہیں۔ (۲۳)

غیبت کے دنیاوی اور اخروی نقصانات کے باعث صوفیاء کرام نے ہر لحظہ و ہر لمحہ خود اپنی ذات کو بھی اس مرض سے محفوظ رکھ اور ساتھ ہی ساتھ دنیائے اسلام کو بھی اپنی تعلیمات و اقوال سے اس سے محفوظ رہنے کی تلقین کی کیونکہ غیبت ایک ایسی اخلاقی بیماری ہے جس سے لوگوں کی عزتیں خراب کی جاتی ہیں اور یہ ایک ایسا گناہ کبیرہ ہے جس کے سبب اللہ رب العزت غیبت کرنے والوں کو جہنم کی آگ کا عذاب دیں گے۔

ادب

دنیاوی زندگی میں انسان کو خوشی و مسرت کے ساتھ ساتھ غم، تکلیف، مشکلات، مصیبت و آفات سے بھی واسطہ پڑتا ہے۔ اور ان لمحات میں انسان کو صبر کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ صبر کی اہمیت اس بات سے بھی عیاں ہوتی ہے کہ اللہ رب العزت کے ہاں صابر کا بہترین درجہ ہے۔ قرآن کریم میں اللہ رب العزت کا ارشاد مبارک ہے:

﴿وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ﴾ (۲۴)

اور اگر صبر کرو تو وہ صبر کرنے والوں کے لیے بہت اچھا ہے۔

اگر آج کا انسان خالق کائنات کے حکم کے مطابق ہر کام میں صبر کا مظاہرہ کرنے میں کامیاب ہو جائے تو بہت سے مسائل خود بخود حل ہو جائیں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((وما اعطي احد عطاء خيرا واوسع من الصبر)) (۲۵)

اور کوئی عطائے الٰہی بہتر اور کشادگی والی صبر سے زیادہ نہیں۔

اگر بزرگان دین وصوفیاء کرام کی زندگیوں کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ انہیں جو بھی مقام ملا وہ ادب کی بدولت ملا۔ ادب جس طرح سالک کی زندگی کے لیے ضروری ہے اسی طرح ہر معاملے میں اس کو ملحوظ خاطر رکھنا قلبی سکون وخوشگوار زندگی کا باعث بنتا ہے۔ موجودہ دور میں اس کی ضرورت کئی حوالوں سے ہے چاہے وہ شیخ ومرید کا تعلق ہو ، موجودہ خانقاہی نظام ہو، استاد وطالب علم کا تعلق ہو یا والدین واولاد کا تعلق ہو۔ صوفیاء کرام نے اپنی زندگیوں میں بھی ادب کو شامل رکھا اور اپنے پیروکاروں کو بھی اس کی تعلیم دی۔

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی فرماتے ہیں:

عادل، حکام، والدین، دین دار اور متقی حضرات کے لئے تعظیما کھڑا ہونا مستحب ہے۔ اس سے دل میں محبت و الفت بڑھتی اور گہری ہوتی ہے۔ اس لئے اہل خیر اور مصلحین کے لئے تعظیما کھڑے ہونا اور تحائف پیش کرنا پسندیدہ ہے جب کہ گناہ گار اور بدکردار لوگوں کے لئے ایسا کرنا مکروہ ہے۔(۲۶)

یعنی عادل لوگوں ، حکمرانوں ، والدین، دین دار حضرات، پرھیز گاروں کے لیے ادبا کھڑے ہونے کو پسند کیا گیا ہے کیونکہ اس سے دل میں محبت میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی فرماتے ہیں:

والدین کی اطاعت واجب ہے۔ اطاعت والدین کا طریقہ یہ ہے کہ انہیں ضروریات زندگی فراہم کرو، حتی الوسع ان کی تکلیف دور کرو، بچوں جیسی ان کی خاطر و مدارت کرو، ان سے منہ نہ بناو، بیزاری کا اظہار نہ کرو، ان کی ضروریات سے تنگی اور کج روی کا احساس نہ کرو، کثرت نوافل کی جگہ زیادہ وقت ان کی خدمت میں صرف کرو، ہر نماز کے بعد ان کے لئے دعا مغفرت کرو، انہیں صدمہ نہ پہنچاو، ان کی ایذا برداشت کرلو، ان کی باتوں پر ترش اور ترخ جواب نہ دو، ان کی

آواز سے بلند آواز نہ کرو، ادب واحترام کرو، شرعی احکامات میں ان کی خلاف ورزی نہ کرو، البتہ ان کے خلاف شرع بات نہ مانو جیسے حج، پنجگانہ نماز، زکوۃ، کفارہ، نذر وغیرہ کو ترک کرنا اسی طرح والدین کا وہ حکم نہ مانو جن سے حرام کاموں کا ارتکاب لازم آئے جیسے زنا، شراب، قتل، تہمت، ڈاکہ، چوری وغیرہ(۲۷)

والدین کی اطاعت کو واجب قرار دیا گیا ہے لیکن اطاعت کا مطلب سمجھنا ضرورہ ہے کہ اطاعت کے زمرے میں کون سی چیزیں آتی ہیں اطاعت سے مراد فقط یہ نہیں کہ والدین کو ضروریات زندگی فراہم کر دی جائیں بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ کہ ہر لحظہ وہر لمحہ ان کے سامنے ادب کو ملحوظ خاطر رکھا جائے۔ ان کی آواز سے اپنی آواز بلند نہ کی جائے، ان کا کہامانا جائے، ان کے حکم پر سر تسلیم خم کر دیا جائے ان کی بجائے جو شریعت کے خلاف ہوں۔ باقی تمام معاملات میں ان کا حکم تسلیم کیا جائے۔

حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ فرماتے ہیں:

مرید پر واجب ہے کہ ظاہری عمل میں پیر کی مخالفت نہ کرے اور نہ دل میں اس پر اعتراض کرے۔ ظاہر میں شیخ کی نافرمانی کرنے والا گستاخ وبے ادب ہے اور باطن میں اس پر معترض ہونے والا اپنی تباہیاور ہلاکت کا خواستگار ہے۔ مرید کو چاہیے کہ شیخ طریقت کی طرف داری میں اپنے نفس کو مصروت رکھے اور ظاہر وباطن میں شیخ کی مخالفت سے اپنے نفس کو باز رجھے اور اس خواہش پر ملامت کرے(۲۸)

قشیری فرماتے ہیں کہ میرے شیخ ابو علی دقاق نے مجھ سے کہا کہ میں ہمیشہ اپنے شیخ النصر آبادی کی مجلس میں حاضر ہونے سے پہلے غسل کر لیا کرتا تھا۔ اس کے بعد قشیری فرماتے ہیں کہ میں بھی اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر ہونے سے پہلے غسل کر لیتا تھا اور ہمیشہ روڑے سے ہوتا تھا۔ اور مجلس میں بیٹھ کر ہمیشہ اپنے دل سے سوال کیا کرتا تھا کہ اگر میرے زمانے میں کوئی رسول معبوث ہو جاتا اور میں اس کی مجلس میں جاتا تو کیا اس کا احترام اپنے شیخ کے احترام سے زیادہ کرتا؟ لیکن میرا دل یہی جواب دیتا تھا کہ نہیں۔(۲۹)

صوفیاء کرام نے ہمیشہ اس بات کی تعلیم دی کہ چھوٹوں کے ساتھ شفقت کی جائے بڑھوں کی تعظیم کو بر قرار رکھا جائے۔ ان سے بحث ومباحثہ نہ کیا جائے بلکہ ان کے ہر حکم کی تیکمیل کی جائے۔ صوفیاء کرام کی زندگی کا اگر مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت عیاں ہو گی کہ صوفیاء کرام نے کس قدر اپنی تمام حیات میں ادب کو ملحوظ خاطر رکھا۔ چاہے وہ

والدین ہوں یا کوئی بزرگ، صوفیاء کرام کے شوائخ ہوں یا کوئی بھی دین دار صوفیاء کرام نے ادب کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھا اور اپنے پیروکاروں کو بھی اپنی اپنی زندگی میں ادب کو شامل کرنے کی تلقین کی۔

صبر وشکر

اخلاقی صفات میں صبر وہ صفت ہے جس کا دین اسلام نے بہت زیادہ اہتمام کیا ہے اسی وجہ سے یہ صفت ہمیں صوفیاء عظام کے ہاں بہت زیادہ ملتی ہے۔ صبر صوفیاء کرام کی صفات میں سے ایک نمایاں صفت ہے جس کو ان حضرات نے مضبوطی سے تھامے رکھا اور اس کی جابجا تعلیم دی۔ صوفیاء عظام نے ہمیشہ صبر و تحمل کی تعلیمات کو عام کرنے کی مساعی کیں۔ خواجہ صادق المصدوقؒ نے اپنے مریدوں کو صبر کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا:

صبر کا دامن تھامے رہیں، کسی سے جھگڑا نہ کریں، فریق ثانی جو کرتا ہے کرتا رہے، جواب میں آپ صبر کریں، سب سے بڑا اسہارا اللہ تعالیٰ کی ذات ہے (۳۰)

حضرت خواجہ سری سقطیؒ صبر کے موضوع پر گفتگو کر رہے تھے ٹھیک اسی وقت بچھو نے آپ کو ڈنگ مارنا شروع کر دیا۔ آپؒ نے اس کی طرف ذرا بھی دھیان نہ دیا۔ جب لوگوں کو یہ بات معلوم ہوئی تو لوگوں نے آپؒ سے پوچھا کہ آخر آپؒ نے اپنے پاس سے کیوں نہیں ہٹایا۔ آپؒ نے فرمایا اس بات سے شرم آئی کہ اس وقت صبر پر گفتگو کر رہا تھا۔(۳۱)

آج کا انسان اگر صوفیاء کرام کی حیات کا مطالعہ کرے تو اس امر سے اسے بخوبی واقفیت حاصل ہو گی کہ صوفیاء کرام کی زندگی میں جس قدر بھی مشکلات اور مصیبتیں آئیں وہ حضرات انہیں صبر و شکر سے برداشت کرتے رہے۔ صوفیاء کرام نے اپنی پوری زندگی میں انبیاء سلام اللہ علیہا کی سنت کو یاد رکھا کہ ان پر کس قدر بڑی بڑی مشکلات آئیں مگر تب بھی انہوں نے اللہ رب العزت کا شکر ادا کیا اور صبر کو اپنا شیوہ بنایا۔ سنت انبیاء کو اپنے سینہ میں محفوظ رکھتے ہوئے صوفیاء عظام نے ہر دور میں صبر و شکر کی عظیم مثالیں پیش کیں۔ ان حضرات پر زندگی میں جتنی مرتبہ بھی مصیبت و آفات کے بڑے بڑے پہاڑ ٹوٹے ان کی زبان سے کبھی کلمہ ناشکری ادا نہ ہوا۔ یہ حضرات اپنی زندگی میں پیش آنے والے تمام مصائب پر خندہ دلی سے صبر کے ساتھ ثابت قدم رہے اور اللہ رب العزت کا ہر حال میں شکر ادا کرتے رہے اور ساتھ ہی ساتھ اپنے مریدوں کو بھی ہر حال میں صبر و استقامت کے ساتھ زندگی گزارنے کی تلقین کرتے رہے۔ آ ج کا انسان اگر صوفیاء کرام کی حیات کا مطالعہ کرے تو اس امر سے اسے بخوبی واقفیت حاصل ہو گی کہ صوفیاء کرام کی زندگی میں جس قدر بھی مشکلات اور مصیبتیں آئیں وہ حضرات انہیں صبر و شکر سے برداشت کرتے رہے

محتاط گفتگو

صوفیاء کرام نے جہاں عوام الناس کو متعدد دینی امور پر عمل کے طریقے بتائے وہیں اخلاق رذیلہ بد کلامی سے بچنے کی تلقین کرتے ہوئے اپنی اپنی زندگیوں کو بھی اس سے پاک کیا۔ اس مقصد کے لیے صوفیاء کرام اپنے بیشتر اوقات خاموشی میں گزارتے ۔جب بھی بات کرنے کی حاجت پیش آتی تو مختصرا بات کرتے، اپنے کلام کی خاص نگرانی کرتے،اس بات سے خوب واقف رہتے کہ ان کا ایک ایک حرف اللہ عزوجل کی بارگاہ میں پیش کیا گائے گا جس کا حساب ہونا ہے۔ صوفیاء کرام کے نزدیک بد کلامی ایک صریح گناہ ہے جیسا کہ قول ہے:

جو شخص کسی مومن کو گالی دیتا ہے گویا اپنی ماں اور لڑکی کے ساتھ زنا کرتا ہے اور ایسے ہے جیسے حضرت موسیٰؑ کی لڑائی میں فرعون کی مدد کرنا۔(۳۲)

بد کلامی تو درکنار صوفیاء کرام کا شیوہ رہا کہ وہ خاموش رہتے اور اپنے کلام پر خاص نگران ہوتے۔ اگر تمام گفتگو دینی لحاظ سے ہوتی تو کہہ دیتے وگرنہ خاموشی اختیار کیے رکھتے کیونکہ وہ اس امر سے بخوبی واقف ہوتے کہ ان کے تمام کلام کو اللہ رب العزت کے سامنے پیش کیا جائے گا اور نہ صرف اللہ رب العزت باآواز کلام کو سن رہا ہے بلکہ تمام کی تمام سر گوشیوں اور پوشیدہ باتوں سے بھی بخوبی واقف ہے کیونکہ ملائکہ ایک ایک لفظ کا حساب رکھنے پر مامور ہیں یہ حضرات اس بات سے ہر لحظہ و ہر لمحہ خوفزدہ رہتے کہ ان کی زبان سے کوئی ایسا کلمہ نہ ادا ہو جائے جو جو قیامت کے روز ندامت کا باعث ہو اس سبب ان حضرات نے خاموشی کو اپنائے رکھا۔ اور اسی سبب ان حضرات نے عوام الناس کو بھی لغو باتوں سے بچنے کی تلقین کی۔

رضا برضائے الٰہی

حسد جیسی اخلاقی بیماری کے نقصانات کے سبب صوفیاء کرام نے اپنی روحانی و اخلاقی تعلیمات کے ذریعے دنیا کے کونے کونے میں رضا برضائے الٰہیٰ کے پیام کو عام کیا۔ صوفیاء عظام نے عوام الناس کو یہ تعلیم دی کہ اپنے باطن کو بغض، کینہ اور حسد سے پاک صاف رکھا جائے تاکہ معاشرہ ان تمام اخلاقی بیماریوں سے پاک صاف ہو کر عوام الناس کو امن و سکون کی فضا فراہم کرے۔

نصر بن محمدؒ نے بھی بارہا اپنی تعلیمات کے ذریعے یہ تعلیم دی کہ باقی اخلاقی بیماریوں کی طرح حسد کو ابھی پنی زندگی سے نکال کر اپنے باطن کو پاک صاف کیا جائے نصر بن محمدؒ کے شند اقوال درج ذیل ہیں:

مسلمان کو چاہیے کہ کسی دوسرے پر ہونے والے انعام کی اپنے تمنا نہ کرے اور اسے چاہیے کہ وہ اللہ سے دعا کرے کہ

اللہ اسے اس جیسا عطا کر دے ہر مسلمان پر واجب ہے کہ اپنے آپ کو حسد سے بچائے کیونکہ حسد اللہ کے حکم کے خلاف ہے اور ناصح اللہ کے حکم پر راضی ہوتا ہے۔(۳۳)

حسد سے بچو کیونکہ حسد پہلا گناہ ہے جو جنت میں ہوا اور حسد ہی پہلا گناہ ہے جو زمین میں ہوا۔یعنی ابلیس نے جس وقت حضرت آدمؑ کو سجدہ کرنے سے انکار کیا اور زمین میں پہلا گناہ حسد کی وجہ سے ہوا وہ قابیل بن آدم کہ جب اس نے اپنے بھائی ہابیل کو حسد کی وجہ سے قتل کر دیا۔(۳۴)

حاسد کو مجلس میں سوائے مذمت اور ندامت کے کچھ حاصل نہیں ہوتا اور ملائکہ سے سوائے بغض اور لعنت کے کچھ نہیں ملتا اور تنہائی میں رونے اور زغم کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔نزع کے وقت سختی اور ہولناکی کے علاوہ کچھ نہیں پاتا اور رب کے سامنے کھڑے ہونے کے وقت صرف سزا اور رسوائی ہی حاصل کرپاتا ہے اور جہنم میں بھنتا رہتا ہے۔(۳۵)

حسد خود تو ایک اخلاقی بیماری ہے ہی ساتھ ہی ساتھ یہ مزید اخلاقی بیماریوں کو جنم دینے کا ضامن ہے انہیں اخلاقی بیماریوں سے بچنے کے سبب صوفیاء کرام نے اپنی زندگی میں حسد سے بچنے کی اور رب تعالیٰ کی رضا میں راضی رہنے کی بار بار تلقین کی۔صوفیاء کرام کے شب و روز نبی کریم ﷺ کی زندگی کے آئنہ دار ہوتے ہیں۔ان حضرات کے تمام معاملات اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا کی خاطر ہوا کرتے ہیں۔ان مبارک ہستیوں کی زندگی میں حسد کا شائبہ تک نہیں ہوتا۔آج اس امر کی ضرورت ہے کہ صوفیاء عظام کی حیات مبارکہ کا مطالعہ کیا جائے اور ان کی تعلیمات کا جس قدر ہو سکے پرچار کیا جائے تاکہ عصر جدید کا انسان حسد کے ساتھ ساتھ ان تمام اخلاقی بیماریوں سے اپنے دامن کو محفوظ رکھ سکے جو حسد کے باعث جنم لیتی ہیں۔

حیا

بے حیائی کے خاتمہ کے لئے اہل تصوف نے کثیر خدمات سرانجام دیں۔چونکہ بے حیائی کا سب سے پہلا قدم نظر کے سبب اٹھتا ہے جیسا کہ ارشاد رحمتا اللعالمین ﷺ ہے:

((النَّظْرَةُ سَهْمٌ مَسْمُومٌ مِنْ سِهَامِ إِبْلِيسَ مَنْ تَرَكَهَا مِنْ مَخَافَتِي أَبْدَلْتُهُ إِيمَانًا يَجِدُ حَلَاوَتَهُ فِي قَلْبِهِ))(۳۶)

آنکھ کی نظر شیطان کے تیروں میں سے ایک زہریلا تیر ہے۔پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص میرے خوف سے (دل کے تقاضے کے باوجود) اپنی نگاہ کی حفاظت کر لے میں اس کے بدلہ میں اسے ایسا پختہ ایمان دوں گا کہ جس کی لذت اور مٹھاس کو وہ اپنے دل میں محسوس کرے گا۔

اسی حدیث مبارکہ کو ذہن نشین کرتے ہوئے اہل تصوف نے اپنے تمام سالکین کو نظر کی حفاظت کی تلقین کی۔ سلسلہ نقشبندیہ میں ان کے طریقے کی بنیاد گیارہ کلمات پر رکھی گئی ہے جس میں سے ایک نظر در قدم ہے۔ نظر در قدم سے مراد یہ ہے کہ سالک کو چاہئے کہ راہ چلتے وقت نظر اپنے پاؤں کی پشت پر رکھے، ہر وقت اس کی نظر سامنے ہو، وہ بلاوجہ ادھر ادھر نہ دیکھے کیونکہ اس سے باطن میں فساد کا اندیشہ ہے(۳۷)

اس کا مقصد ہے کہ نظر کی حفاظت ہو سکے۔ اور کوئی بصری آلائش یا نقش و نگار پردہ ودر حسن و جمال دل کو پراگندہ نہ کر سکیں۔ کیونکہ نظر کی آلودگی ایک ایسا زہر آلودہ تیر ہے جس سے شکار اور شکاری دونوں ہلاک ہو جاتے ہیں۔ اہل تصوف کی زندگی پر اگر ہم نظر ڈالیں تو اس بات کا علم ہوتا ہے کہ صوفیاء کرام نے اپنی زندگی کتنے باحیا طریقے سے گزاری۔

ایک روز حضرت سیدنا امام احمد بن حنبلؒ اچانک ایک گھر سے باہر نکلے تو ایک عورت پر نظر پڑی جس کا چہرہ کھلا ہوا تھا۔ آپؒ نے فوراً لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھا اور قسم کھائی کہ آئندہ جب بھی نکلوں گا چہرہ ڈھانپ کر نکلوں گا تاکہ کسی عورت پر نظر نہ پڑے۔(۳۸)

حضرت عبد اللہ بن مبارک مروزیؒ کی توبہ کا واقعہ بھی عجیب اور عبرتناک ہے۔ آپؒ ایک حسین و جمیل باندی کے عشق میں مبتلاء ہو گئے۔ ایک رات اپنے دوست کو لے کر اپنی محبوبہ کی دیوار کے نیچے جا کر کھڑے ہو گئے وہ محبوبہ بھی چھت پر آگئی صبح تک دونوں ایک دوسرے کے نظارے میں مست رہے۔ جب فجر کی آذان ہوئی تو آپؒ نے گمان کیا کہ عشاء کی آذان ہوئی ہے۔ لیکن جب دن چڑھا تو سمجھے کہ تمام رات اس کے حسن کے نظارے میں بیت گئی۔ یہی بات آپ کی تنبیہ کا موجب بنی دل پر چوٹ پڑی تو کہنے لگے اے مبارک کے بیٹے! تجھے شرم کرنی چاہئے کہ نفس کی خواہش کے پیچھے ساری رات ایک پاؤں پر کھڑے کھڑے گزار دی اسی پر تو اعزاز و بزرگی کا خواستگار ہے۔ اگر کسی وقت امام نماز میں کسی سورۃ کو طول دے دے تو گھبرا جاتا ہے۔ اس پر بھی تو مومن ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ اسی وقت آپؒ نے صدق دل سے توبہ کی اور تحصیل علم اور اس کی طلب میں مشغول ہو گئے اور ایسی زہد و دینداری اختیار کی کہ ایک روز اپنی والدہ کے باغ میں سو رہے تھے کہ آپؒ کی والدہ نے دیکھا کہ ایک سانپ منہ میں ریحان کی ٹہنی لئے آپؒ کے چہرے سے مچھر اور مکھی اڑا رہا ہے۔(۳۹)

یعنی جب آپؒ نے خواہش نفس سے کنارہ کشی اختیار کر لی تو آپؒ کو اللہ رب العزت سے فضیلت و بزرگی بھی عطا فرمائی۔

آج کے معاشرے نے انسان کو حیا کے لبادے سے ناآشنا کر دیا ہے اور انسان کو ثقافت کی آڑ میں اپنے خالق سے دور کر کے بے حیائی جیسے بے شمار رذائل اخلاق کا دلدادہ بنا کر تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کیا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ صو

فیاء کرام کی اخلاقی تعلیمات کو عام کیا جائے۔ تاکہ عصر جدید کا انسان صوفیاء عظام کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اپنے آپ کو حیا کی چادر سے آراستہ کرے۔

References

۱۔ طاہر القادری،، ڈاکٹر ، حقیقت تصوف، منہاج القرآن پبلیکیشنز، لاہور، ۱۹۹۰ء، ص ۷

Tahir-ul-Qadri, Doctor, Haqeeqat-e-Tasawuf, Minhaj-ul-Quran Publications Lahore, 1990, pp.7

۲۔ ابو الفتح، عبداللہ بن عبد الرحمٰن، رسالۃ الشیخ ارسلان دمشقی، بیروت، س ن، ص ۲۹

Ab-ul-Fatah, Abdullah bin abd-ur-rehman, Risalat-u-Shaikh Arslan damishqi, bairot, S.N., pp.29

۳۔ طاہر القادری،، ڈاکٹر، حقیقت تصوف، ص ۷۸

Tahir-ul-Qadri, Doctor, Haqeeqat-e-Tasawuf, pp.78

۴۔ القشیری، عبد الکریم بن ہوازن، رسالہ قشیریہ، دار لمعارف، قاہرہ، س ن، ص ۱۲۶

Al-Qushairi, Abd-ul-kareem bin Havazan, Risala Qushairia, Dar-ul-Ma'arif, Qahira, S.N., pp. 126

۵۔ گیلانی، عبد القادرؒ، سر الاسرار، ش ن، س ن، ص ۸۹

Gilani, Abd-ul-Qadir, Sir-ul-Asraar, S.N., pp.89

۶۔ غزالیؒ محمد بن محمد، احیائے علوم الدین، دار لمعرفہ ،بیروت ج ۳، ص ۵۲

Gazali, Muhammad bin Muhammad, Ahyay-e-Uloom-e-Deen, Dar-ul-Marifa Bairot, J.3, pp.52

۷۔ سورۃ الفرقان ۲۵: ۶۷

Surat-ul-Furqan, 25:67

۸۔ ماجہؒ، محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، کتاب اللباس، باب البس ماشت مااخطاک سرف اومخیلۃ رقم الحدیث: ۳۶۰۵

Maja, Muhammad bin Yazeed, Sunan Ibn-e-Maja, Kitaab-ul-Libas, Baab-ul-Bas Ma Shi'to Ma Akhta'aka Sarafun Aao Makhilatun, Raqam-ul-Hadees: 3605

۹۔ سورۃ الحجرات ۴۹ : ۱۲

Surat-ul-Hujraat, 49:12

۱۰۔ ابو داؤدؒ، امام، سنن ابو داؤد، کتاب الادب، باب فی الغیبۃ، رقم الحدیث: ۴۸۷۸

Abu Dawood, Imaam, Sunan Abu Dawood, Kitab-ul-Adab, Baab Fil-Gibah, Raqam-ul-Hadees: 4878

۱۱۔ سورۃ بنی اسرائیل ۱۷: ۲۳

Surah Bani Israil 17: 23

۱۲۔ ترمذیؒ، امام، سنن ترمذی، کتاب البر والصلۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب ماجاء فی ادب الوالد، رقم الحدیث: ۱۹۵۱

Tirmizi, Imaam, Sunan Tirmizi, Kitab-ul-Barri wa-Silati An Rasoolillahi Sallalahu Alaihi Wasalam, Baab ma Ja'aa Fi Adab-ul-Waalid, , Raqam-ul-Hadees:1951

۱۳۔ بخاریؒ، امام، صحیح بخاری، کتاب الادب، باب ماینھی من السباب واللعن، رقم الحدیث: ۶۰۴۴

Bukhari, Sahih Bukhari, Kitab-ul-Adab, Baabu Ma Yanha Min-Sababi Wa la-Ani, Raqam-ul-Hadees: 6044

۱۴۔ سورۃ الفلق ۱۱۳: ۵

Surat-ul- Falaq 113:5

۱۵۔ ابوداؤدؒ، امام، سنن ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی الحسد، رقم الحدیث: ۴۹۰۳

Abu Dawood, Imaam, Sunan Abu Dawood, Kitab-ul-Adab, Baabu fil-Hasad, Raqam-ul-Hadees: 4903

۱۶۔ القشیریؒ، رسالہ قشیریہ، ص: ۱۲۰

Al-Qushairi, Risala Qushairia, pp.120

۱۷۔ شعیب حریفیش، الروض الفائق فی المواعظ والرقائق، مکتبہ المدینہ، کراچی، ۲۰۰۸ء، ص ۳۸۴

Shuaib Harifaish, Araoz-ul-Faiq Fil Mwaiz Wa-Rqa'iq, Maktabah-tul-Madinah, Karachi, 2008, pp.384

۱۸۔ محمد نعیم طاہر، تذکرہ مشائخ سہروردیہ قلندریہ، ص ۱۲۲

Muhammad Naeem, Tazkirah Mashaikh-e-Suharwardia Qalandria, pp.122

۱۹۔ ایضا، ص ۳۲۶

Muhammad Naeem, Tazkiarh Mshaikh-e-Suharwardia Qalandria, pp.326

۲۰۔ شعیب حریفیش، الروض الفائق فی المواعظ والرقائق، ص ۳۸۵

Shuaib Harifaish, Aroz-ul-Faiq Fil Mwaiz War-Rqa'iq, pp.385

۲۱۔ القشیریؒ، رسالہ قشیریہ، ص ۶۶

Al-Qushairi, Risalah Qushairia, pp.66

۲۲۔ القشیری، ابو القاسم، عبد الکریم، رسالہ قشیریہ (اردو، مترجم: محمد عبد النفیر)، ص ۲۹۹

Al-Qushairi, Abd-ul-kareem bin Havazan, Risala Qushairia(Urdu Mutarajim: Muhammad Abd-ul-Nafir), pp.299

۲۳۔ علیم الدین، نور خانقاہ ہدایت، سلطانیہ پبلیکشنز، جہلم، ۲۰۱۲ء، ص ۱۴۹

Aleem-u-Deen, Noor Khankah Hidayat, Sultania Publications, Jehlam, 2012, pp.149

۲۴۔ سورۃ النحل ۱۶: ۱۲۶

Surat-un-Nahal 16: 126

۲۵۔ بخاریؒ، امام، صحیح بخاری، کتاب الزکوۃ، باب الاستعفاف عن المسالۃ، رقم الحدیث: ۱۴۶۹

Bukhari, Sahih Bukhari, Kitab-u-Zakat, Baab-ul-Isteaaf Anil Masalatah, Raqam-ul-Hadees: 1469

۲۶۔ گیلانیؒ، عبد القادر، غنیہ الطالبین (اردو، مترجم: مبشر حسین) نعمانی کتب خانہ، لاہور، س ن، ص ۷۵، ۷۴

Gilani, Abd-ul-Qadir, Ginyat-u-Talibeen (Urdu Mutarajim:Mubashir Hussain), Nomani Kutab Khana Lahore, S.N., pp. 74,75

۲۷۔ ایضا، ص ۱۲۵

Gilani, Abd-ul-Qadir, Ginyat-u-Talibeen(Urdu Mutarajim:Mubashir Hussain), Nomani Kutab Khana Lahore, S.N., pp.125

۲۸۔ ایضا، ص ۶۱۰

Gilani, Abd-ul-Qadir, Ginyat-u-Talibeen(Urdu Mutarajim:Mubashir Hussain), Nomani Kutab Khana Lahore, S.N., pp.610

۲۹۔ یوسف سلیم چشتی، تاریخ تصوف، علماء اکیڈمی، لاہور، ۱۹۷۶ء، ص ۴۶۱، ۴۶۰

Yousaf Saleem Chishti, Tareekh-e-Tasawuf, Ulama Academy, Lahore, 1976, pp. 460,461

۳۰۔ علیم الدین، نور خانقاہ ہدایت، ص ۵۴

Aleem-u-Deen, Noor Khankah Hidayat, pp.54

۳۱۔ محمد نعیم، تذکرہ مشائخ سہروردیہ قلندریہ، ص ۸۸

Muhammad Naeem, Tazkirah Mshaikh-e-Suharwardia Qalandria, pp.88

۳۲۔ معین الدینؒ، خواجہ، انیس الارواح، (اردو، مترجم: مطیع الرحمٰن)، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور، ۱۹۹۱ء ص ۲۱

Mueen-u-Deen, Khwaja, Anees-ul-Arvah (Urdu Mutarajim: Mutee-ur-Rehman), Zia-ul-Quran Publications, Lahore, 1991,pp.61

۳۳۔ نصر بن محمد، تنبیہ الغافلین(اردو، مترجم: عبد النصیر علوی)، مکتبۃ العلم، لاہور، س ن، ص ۱۷۶، ۱۷۵

Nasar bin Muhammad, Tanbeeh-ul-Gafileen(Urdu Mutarajim:Abd-u-Nasir Alvi), Maktabat-ul-Ilm, Lahore, S.N.,pp.175,176

۳۴۔ ایضا، ص ۱۷۴

Nasar bin Muhammad, Tanbeeh-ul-Gafileen(Urdu Mutarajim:Abd-u-Nasir Alvi), Maktabat-ul-Ilm, Lahore, S.N.,pp.174

۳۵۔ ایضا

Nasar bin Muhammad, Tanbeeh-ul-Gafileen(Urdu Mutarajim:Abd-u-Nasir Alvi), Maktabat-ul-Ilm, Lahore, S.N.,pp.174

۳۶۔ المنذری، عبد العظیم، الترغیب والترھیب، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ، ج ۳، ص ۱۵۳

Al-Munzari, Abd-ul-Azeem, Atargeeb Wa-Tarheeb, Dar-ul-Kutab-ul-Ilmia, Bairot, 1417, J.3, pp.153

۳۷۔ محمد اسحاق قریشی، انٹرنیشنل تصوف سیمینار، البغداد پرنٹرز، ش ن، ۲۰۱۶ء، ص ۳۰۶

Muhammad Ishaq Quraishi, Internaitional Tasawuf Seminar, Al-Baghdaad Printers, pp.302

۳۸۔ شعیب حریفیش، الروض الفائق فی المواعظ والرقائق، مکتبہ المدینہ، کراچی، ۲۰۰۸ء، ص ۴۳۱

Shuaib Harifaish, Aroz-ul-Faiq Fil Mwaiz War-Rqa'iq, Maktabt-ul-Madinah, Karachi, 2008, pp.385

۳۹۔ علی ہجویری، کشف المحجوب(اردو، مترجم: غلام معین الدین نعیمی) اکبر بک سیلرز، لاہور، ۲۰۰۹ء، ص ۱۲۹

Ali Hajvairi, Kashaf-ul-Mahjoob(Urdu Mutarajim: Gulam Mueen-u-Deen Naeemi), Akbar Book Sellers, Lahore, pp.129